رسائل و مسائل

سُود، بنکنگ اور بین الاقوامی معاشی روابط

سوال :- میں معاشیات کا ایک طالب علم ہوں اور اس سلسلے میں آپ کی جماعت کے اسی موضوع کے مضامین کو پڑھنے کا اکثر اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ آپ کے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۳۲ عدد ۲ شائع شدہ ماہ اگست میں آپ کا مضمون "معاشی ناہمواریوں کا اسلامی علاج" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جن مشکل مسئلوں کو آپ نے اس میں لیا ہے، اس میں سُود کا مسئلہ بھی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ علاوہ ازیں کہ سُود صریحاً کتاب و رسول کے احکامات کے خلاف ہے، اس سے معاشی ناہمواریاں بھی پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ اشیا بنانے والے، اور تاجر سُود کی رقم کو چیزوں کی قیمت میں شامل کر دیتے ہیں، جو بالآخر عوام کو ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس سودی نظام کے ماتحت قریب قریب ہر چیز کی قیمت میں سود کا عنصر شامل رہتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن آگے چل کر آپ نے بین الاقوامی تجارت کو لیا ہے اور لکھا ہے کہ جب تک ہم اپنے یہاں اسلامی طرز کو کامیابی سے چلا کر نہ دکھا دیں، ہمیں بین الاقوامی تجارت میں سود کا وجود برداشت کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ترجمان کے صفحہ ۱۲۲ پر سے آپ کا یہ جملہ نقل کرتا ہوں :-

"جب تک یہ منزل نہ آجائے، آپ کو اپنے بین الاقوامی مالی و تجارتی روابط میں سود کی آلائش کو اضطراراً گوارا کرنا پڑے گا"

آپ اپنے متعدد مضامین میں لکھ چکے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ کو خالص اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھیں گے اور آج کل کی دنیا کے ہر اس طریقے کو رد کر دیں گے جو غیر اسلامی ہے ——————

چاہے اس میں کتنا ہی دنیاوی نقصان کیوں نہ ہو۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ سود کے وجود کو اس منزل کے آجانے تک اضطراراً کیوں گوارا کیا جائے۔ آخر جو اشیا غیر ممالک سے یہاں آئیں گی، اُن کی قیمتوں میں سُود

کا عنصر بہرحال مزدور ہوگا اور جب ہم ان اشیاء کو خریدیں گے تو گویا اس سودی عنصر کو ادا کیا۔ اسلام میں سود دینا بھی گناہ ہے، لہٰذا یہ کہاں تک جائز ہوگا۔ براہِ کرم اس شبہے کا ازالہ فرمایئے تاکہ اطمینان ہو۔

جواب:- بلاشبہ بحیثیت مسلمان ہمارا فرض یہی ہے کہ ہر وہ چیز جسے اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے اس سے ہم اپنے معاشرے کو پاک کر دیں، چاہے اس میں بظاہر وقتی طور پر کوئی نقصان ہی پہنچتا نظر آئے ــــــ ورنہ درحقیقت حرام بہرحال مضر ہی ہوتا ہے اور اس کے مفاسد اس کے مفاد کے مقابلے میں بھاری رہتے ہیں۔

یہی تو وہ جذبہ ہے جو ہمیں اس پر مجبور کرتا ہے کہ اپنے ہاں کے بنکنگ سسٹم کو ادھیڑ کر نئے سرے سے بنیں اور اس کے لئے تیاری کریں، درآنحالیکہ دنیا کی دنیا اسکی موجودہ شکل پر ایمان لائے ہوئے ہے۔

لیکن ایک پھیلے اور چھائے ہوئے، بلکہ یوں کہیئے کہ رچے بسے سسٹم کو آناً فاناً بدل دکھانے پر کوئی انسانی قوت قادر نہیں ہو سکتی۔ تبدیلی کے لئے تدریج خود ایک قانونِ قدرت ہے اور اسے اسلام نے پوری اہمیت دی ہے! چنانچہ ایک فرد کے مسلمان بننے کا معاملہ ہو یا ایک معاشرہ میں نظامِ اسلامی کے دستور کرنے کا سوال درپیش ہو، دونوں حالتوں میں تدریج ناگزیر ہے۔

اب آپ اگر ذرا تامل سے کام لیں تو خود اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اپنے نظامِ معاشی کو سود کی آلائش سے پاک کرنے کے لئے اگر کوئی عملی پروگرام اختیار کیا جاسکتا ہے تو وہ حسب ذیل تدریج پر ہی کام کر سکتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے شخصی سودخواری کو قطعی طور پر ممنوع ٹھہرایا جائے۔

(۲) اس کے بعد ایک نیا بنکنگ سسٹم اصولِ مضاربت یا اصول امدادِ باہمی پر قائم کیا جائے۔

(۳) پھر موجودہ بنکوں کے سرمائے کو نئے نقشے کے بنکوں کی طرف منتقل Shift کیا جائے۔

(۴) مذکورہ بالا بین الملکی انقلاب کی تکمیل کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی فضا کو متاثر کرنے کے لئے اپنے بنکنگ سسٹم کی سائنس کو پورے زورِ استدلال کے ساتھ مدون کر کے پیش کر دیا جائے اور اس کی توضیح کے لئے وسیع لٹریچر فراہم کیا جائے، نیز نئے بنکنگ سسٹم کے تحت جو تجربات حاصل ہوں ان کو اعداد و شمار کی روشنی میں دوسری اقوام کے سامنے رکھا جائے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے قابلِ عمل Practicable بلکہ

مفید تر ہونے کی قابل ہوجائیں۔

(۵) اسی دوران میں ان پر تجارتی دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اپنے ہاں یا تو غیر سودی بنکنگ سسٹم خود قائم کریں یا ہمارے بنکوں کی شاخیں کھولنے کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں اور ہماری اس شرط کو منظور کریں کہ دو طرفہ تجارت درآمد و برآمد غیر سودی بنکنگ سسٹم کی معرفت ہوگی!۔

اس تدریجی پروگرام کی شق (۵) کے عمل میں آنے تک ہم اپنی تجارتِ خارجہ کو جاری رکھنے کے لئے بیرونی ممالک کے سُودی بنکوں سے قطعی طور پر بے نیاز نہ ہوسکیں گے، اور اس طرح شق (۳) کے تکمیل پذیر ہونے تک ہم خود اندرونِ ملک میں بھی اپنے نظامِ صنعت و تجارت کو سُود سے کلیتہً پاک نہ کرسکیں گے۔

اصولی حیثیت سے جہاں تک بین الاقوامی معاملات کا تعلق ہے، یہ بات آپ کو ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ دنیا جو ایک شہر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں اگر چاروں طرف غیر اسلامی نظاموں کے مفاسد کا سمندر موجیں مار رہا ہے تو اس سمندر میں اسلامی ریاست کے جزیرے کا ساحل بہر حال موجوں کی زد میں رہیگا، اس وجہ سے ایک اسلامی ریاست کا منتہائے کمال اسی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے جب کہ اردگرد کی ساری دنیا اس کے اصولوں سے اثر قبول کرے ـــــ اور یہی وہ ضرورت ہے جس کے لئے ایک اسلامی ریاست کا نصب العین ہی یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہمہ تن اقامتِ دین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک ادارہ ہو۔ وہ ساری دنیا کے لئے ایک روشنی کا مینار، ایک تعلیم کا مرکز، ایک نگرانی کی چوکی اور ایک پولیس اسٹیشن بن جائے ـــــ حتیٰ کہ پوری دنیا ایک اسلامی ریاست بن سکے!

اس انتہائی کمال کی حالت کو پہنچنے سے پہلے ایک اسلامی ریاست بین الاقوامی معاملات میں جتنے کچھ تعلقات دوسری ریاستوں سے رکھنے پر مجبور ہو اس میں اسکی کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ وہ کم سے کم "براہ راست" قسم کے مفاسد سے اپنے آپ کو بچائے ـــــ اِلّا یہ کہ کسی شدید طبعی ضرورت کے لئے وہ اضطراراً کسی ایسی صورتِ حالات کو گوارا کرنے پر مجبور ہو جس میں کوئی مفسدہ پایا جاتا ہے۔

مثلاً آپ کو ایک وقت میں غذائی قلت یا قحط کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے اور آپ مجبوراً کسی غیر ملک سے غلہ درآمد کرتے ہیں، اس غلّہ کی قیمت کی ادائی کے لئے آپ کو ایسے بنکنگ سسٹم کو ذریعہ بنانا پڑتا ہے

جو سود کے اصول پر قائم ہے یا آپ کسی جنگ میں مبتلا ہیں اور قوم کی موت وحیات کا سوال درپیش ہے اور اس حال میں آپ اسلحہ خریدتے ہیں لیکن نقد ادائی کے لئے روپیہ نہیں رکھتے، اور مجبوراً سود پر قرض لیتے ہیں۔ اسی طرح آپ کو معاشی بدحالی کے دور کرنے کے لئے کسی وقت بیرونی سرمایہ کی ضرورت پیش آجاتی ہے اور بیرونی سرمایہ اصولِ مضاربت پر نہیں ملتا، کیونکہ اس اصول کا عملی تجربہ کسی کو بھی نہیں۔ تو ان سارے مواقع میں آپ اضطرار کی رخصت سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہوں گے!

رہے وہ مفاسد جو براہ راست نہیں ہیں، بلکہ جن اشیا کو آپ کسی ملک سے حاصل کرتے ہیں، ان کی تیاری اور ان کے مارکیٹ میں آنے کے سسٹم میں پائے جاتے ہیں تو آپ ہر چیز کی تیاری کی ہسٹری اور اس کے پس منظر کی کرید کیے بغیر صرف اتنے پر اکتفا کریں گے کہ جو معاملہ آپ کر رہے ہیں خود اس معاملہ میں تو کوئی اصلی قباحت نہیں۔ ورنہ اگر اشیا کی ہسٹری اور معاملات کے غیر متعلق پس منظر کی کرید میں پڑنا شرعاً ضروری ہو تو پھر دنیا میں کسی غیر مسلم بلکہ کسی بگڑے ہوئے مسلمان سے بھی کسی طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا جا سکے گا ——— حالانکہ انبیا نے کفار و مشرکین سے ہر طرح کے معاملات کئے ہیں، خود نبی صلعم نے غیر مسلموں کے ہاں اجرت پر کام کیے ہیں اور یہ نہیں دیکھا کہ اجرت کس مال میں سے دی جا رہی ہے، اور محنت سے جو فائدہ اٹھایا جا رہا ہے وہ کن مقاصد پر صرف ہوگا۔ پھر آپ نے غیر مسلموں کی کھانے کی دعوتیں قبول کی ہیں، اور یہ کرید نہیں کی کہ کھانا جس مال سے پکا ہے وہ کس طرح کمایا گیا تھا اور اس کے پیچھے کونسا معاشی نظام کام کر رہا تھا۔

معاشی ناہمواریوں میں سُود کے پورے نظامِ معاشی کی رگوں میں سرایت کر جانے کی جو توضیح کی گئی ہے اُس کا اصل مدعا اس غلط نظریے کی تردید کرنا تھا کہ بنکوں کا سُود اُن مفاسد سے پاک ہوتا ہے جو انفرادی سود خواری میں پائے جاتے ہیں۔ اس تصریح سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ اگر کسی ملک کے نظامِ معیشت میں سُود سرایت کئے ہوئے ہو تو اُس کی پیداواریں اور مصنوعات خریدی یا استعمال نہیں کی جا سکتیں۔

ان اشارات سے غالباً آپ اصلِ مدعا کو سمجھ سکیں گے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی نظام کو کتابوں کے اوراق سے نکال کر صفحۂ زمین پر اگر عملاً قائم کرنا ہو تو تدریج ناگزیر ہے اور تدریج بہر حال اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اصلاح کے عبوری دور کے مختلف مراحل کو اضطراراً گوارا کیا جائے۔ بخلاف اس کے اگر کلی حالات

سے انھیں بند کر کے آپ انھیں اور غیر سودی نظام معیشت کو قائم کرنے کے لئے ایک صبح کو اچانک آرڈی ننس جاری کر دیں کہ آج سے سودی بنکنگ سسٹم کو بند کیا جاتا ہے اور کل سے غیر سودی بنکنگ سسٹم کام کرے گا تو اس آرڈیننس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ آپ کا سارا معاشی نظام دھڑام سے زمین پر آرہے گا اور اسکو از سر نو تعمیر کرنے کے لمبے عمل کی طرف توجہات کو دیر تک کے لئے منعطف کرنے کے بجائے اصل سوال یہ پیدا ہو جائے گا کہ جئیں کیسے ؟

اجتماعی نظام کی اصلاح و تجدید کے لئے صرف وہی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جس کے تحت ایک نظام چلتے چلتے بدلتا جائے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ چلتے نظام کو روک کر اسے اسکی جگہ سے پہلے اکھیڑ کر ملک سے باہر کسی سمندر میں پھینک دیا جائے اور پھر ایک بنا بنایا نظام کسی کارخانے سے لا کر اسکی جگہ نصب کر دیا جائے۔

یہ الگ بات ہے کہ اصولِ تدریج کی آڑ لے کر ایک طبقہ جس طرح ٹال مٹول سے کام لینا چاہتا ہے وہ خلافِ اسلام ہے۔ ایک مومنِ صادق اضطرار کے مراحل سے جلد از جلد گذرنے کی پوری سعی کرتا ہے اور وہ اسلام کے ظہورِ کامل سے پہلے کی عبوری منزلوں میں سے کسی منزل میں قرار نہیں پکڑتا اور اضطرار کے مواقع سے لذت نہیں لیتا۔

تفہیم القرآن

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی) یہ معلوم کرنے کے لئے پے درپے خطوط آرہے ہیں کہ تفہیم القرآن کب شائع ہو جائیگی۔ فرداً فرداً ہر خط کا جواب دینا مشکل ہے اس لئے بذریعہ ترجمان القرآن اعلان کیا جاتا ہے کہ تفہیم القرآن کی اشاعت کے ابتدائی انتظامات مکمل ہو چکے ہیں، کتابت شروع ہے اور جس رفتار سے کام ہو رہا ہے اسکے پیش نظر توقع ہے کہ پہلی جلد مئی ۱۹۵۰ء میں شائع ہو جائیگی۔ رفتار صرف اس وجہ سے سست ہے کہ اس گرانقدر تفسیر کے باطنی محاسن کے شایانِ شان ظاہری خوبیوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ جو اصحاب یہ چاہتے ہوں کہ تفہیم القرآن شائع ہوتے ہی ان تک پہنچ جائے وہ اپنی فرمائشیں درج رجسٹر کرالیں جس ترتیب سے فرمائشیں درج ہونگی اسی ترتیب سے انکی تعمیل بھی ہوگی۔ بعض اصحاب نے قیمت پیشگی جمع کرانے پر آمادگی ظاہر کی ہے، لیکن ابھی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب قیمت مقرر ہو جائے گی تو پھر پیشگی رقوم جمع کی جائیں گی۔ کاغذ اور جلد بندی کے لحاظ سے پہلے ایڈیشن کی تین اقسام ہونگی۔ بہت اعلیٰ، متوسط، معمولی۔ فرمائشیں ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں: شیخ قمرالدین پبلشر گوجر گلی اندرون موچی دروازہ لاہور